OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

Al-Nasr Volume 3, Issue 1 (January-March 2024)

مسلم فیملی لا آرڈیننس 1961ء: معاشرتی تناظر میں ایک مطالعہ

Muslim Family Law Ordinance 1961: A Study from Social Context

Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan
Assistant Professor, Department of Urdu Encyclopedia of Islam, Allama Iqbal Campus, University of the Punjab, Lahore
Naveed Ur Rehman
Doctoral Candidate / Assistant Professor, University Law College, University of the Punjab, Lahore
Ms. Nudrat Bano
Visiting Assistant Professor, Institute of Education Research. E.L.T. L, E.C.E, Research Business Education, University of the Punjab, Lahore

Abstract

Islam is the complete code of life. It guides humankind in all areas of life especially the everyday life of a man. It has clearly mentioned the rights and duties of a man towards his parents, his wives, his children and other persons of the society. It guides and encourages a man to establish brotherhood and to coordinate with all especially with his family members. It has described the most and only effective way of family formation i.e. Nikah. At the time of Nikah and after Nikah, the rights and duties of both man and woman are described. It does not allow discrimination towards their children and parents. It makes a man bound to earn for himself as well as for his children, wives and parents. It does not allow a man to be cruel towards his wife and

CC BY

children. Even in case of Talaaq, it requires a man to be justified. In short, Islam guides a man in all areas of life.

Key Words: Humankind, Society, Discrimination, Nikah, Talaaq, Life

تمہید

اللہ رب العزت نے انسان کی تخلیق کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾[1] اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرو۔ اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک خدا سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبر دار ہے۔ چونکہ ازروئے قرآن اللہ رب العزت نے تمام لوگوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کر کے پھر ان کے قبائل بنا دیے تاکہ ان کی پہچان ہو سکے اور اس کے بعد پھر یہ خاندان یا گھرانہ کی شکل میں منقسم ہوئے۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾[2] اے لوگو! اپنے پروردگار ان میں سے ایک اس کے شوہر اور ان کے بہت سے مردوں اور عورتوں کو منتقل کرنے سے آپ کو کس نے پیدا کیا ہے ڈرتے ہیں اور خدا، خدا ہے اور بچہ دانی کی طرف سے پوچھتا ہے جو ڈرو جس نے تم کو ایک مبصر تھے۔ گھرانہ یا خاندان تب ہی معاشرے کے لئے سود مند بن سکتا ہے جب اس گھرانے کے لوگ آپس میں باہم محبت والفت سے ہمکنار ہوں گے۔ اس محبت کا مرجع و محور اس گھرانہ کے مرد وزن ہیں جب تک یہ آپس میں اتفاق نہ رکھتے ہوں گے تب تک اپنے اہل وعیال کی اصلاح اور ان کی خیر وبھلائی کے لئے کار آمد ثابت نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ ایک پرسکون معاشرہ امن و آشتی کے افراد سے تشکیل پاتا ہے اور افراد کا پہلا گھ جوڑ جہاں ہوتا ہے وہ گھر ہے۔

اسلام نے مرد وعورت دونوں کو اپنے اپنے دائرے میں رہ کر حقوق وفرائض کی پاسداری کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ جہاں عورت کے حقوق متعین ہوتے ہیں وہاں مرد کے فرائض بعینہ ہی ہیں۔ حقوق وفرائض لازم وملزوم کی طرح منضبط ہیں۔ مرد اور عورت کے درمیان باہمی محبت ہونا بھی لازمی امر ہے ورنہ پرسکون گھرانے کی تشکیل نہیں ہو سکتی اور یہ باہم ناچاقی گھر کا سکون تو ختم کرے گی اور اس کے ساتھ ساتھ گھر سے نکلتی ہوئی یہ چنگاری پورے معاشرے کے لئے ناسور کی شکل اختیار کرے گی۔ مرد وزن جب ایک دوسرے کے حقوق وفرائض کی بجا آوری میں مستعدی سے کام لیں گے تب ہی پرامن معاشرہ بن کر محبت والفت کا آشیانہ تشکیل پا سکے گا اسی کو عائلی قوانین کا نام دیا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی آخری الزمان حضرت محمد مصطفی ﷺ پر اپنی آخری وحی میں دین کی تکمیلیت کا بزبان نبی ﷺ واشگاف اعلان فرما دیا تھا اسلام ہر لحاظ سے مکمل دین ہے اس میں کسی بھی طرح کی کمی وکجی کی قطعی گنجائش نہیں ہے عائلی قوانین بھی مکمل طور پر متعین ہیں۔

عائلی زندگی۔۔۔۔۔اسلام کی نظر میں

قرآن وسنت میں نکاح کو بہت اہم قرار دیا ہے اور اس کی ترغیب کو ابھارا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ

ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾[3] لوگوں کو ان کی خواہش کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور خدا کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔ نکاح فطری عمل ہے جس سے انسان کو تسکین وراحت کے ساتھ ساتھ رب کی خوشنودی کا زینہ بن کر دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾[4] اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ اُن کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالی نے عائلی زندگی میں بذریعہ بیوی سکون واطمینان رکھا ہے تاکہ تمہارے درمیان باہم الفت و محبت پروان چڑھ سکے اور اس سے محبت کی آبیاری جنم لے گی۔

حضرت آدم علیہ السلام کو کہا کہ تم اور تمہاری بیوی حضرت اماں حوا علیہا السلام جنت میں رہو وہاں انکا اکٹھے رہنا باعث تسکین و آرام ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ ﴿وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾[5] اور ہم نے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا نہیں تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے۔ پھر دنیا میں مسکن کے دوران یہاں کی مادی ضروریات کے تحت آنے والی پریشانیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی فضا کو برقرار رکھتے ہوئے مدد و معاون بننے کیلئے فرمایا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنتُم بَشَرٌ تَنتَشِرُونَ o وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾[6] اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اب تم انسان ہو کر جابجا پھیل رہے ہو۔ اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ اُن کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ بیوی کی حیثیت ایک غمگسار کی ہے جو کہ مرد کے دکھ درد میں اس کے شانہ بشانہ کھڑی ہوتی ہے ہر غم میں شریک بن کر مصائب و پریشانیوں کو بحسن وخوبی اپنے آپ پر لازم قرار دیتی ہے۔ بیوی اپنے شوہر کی راز دان ہوتی ہے اور اپنے نفسانی معاملات میں تسکین بذریعہ شوہر حاصل کرتی ہے جو کہ باہم مودّت، محبت میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ مرد وزن ایک دوسرے کا لباس بن کر ہر دکھ و تکلیف کے لیے رکاوٹ بنتے ہیں۔ اسلام نے مرد و عورت کے رشتے میں فطری آسودگی کو یوں قرار دیا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُواْ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُواْ وَاشْرَبُواْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّواْ الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾[7]

روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو خدا کو معلوم ہے کہ تم (ان کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کرتے تھے سو اس نے تم پر مہربانی کی اور تمہاری حرکات سے درگزر فرمائی۔ اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو۔ اور خدا نے جو چیز تمہارے لئے لکھ رکھی ہے (یعنی اولاد) اس کو (خدا سے) طلب کرو اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔ پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو۔ یہ خدا کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جانا۔ اسی طرح خدا اپنی آیتیں لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیز گار بنیں۔

لباس سے انسان ہر قسم کی آلودگی و گندگی سے بچتا ہے اور اسکی ستر پوشی اسی لباس کی بدولت ہے ہر قسم کی خارجی مضر اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ نکاح کے ذریعے جسم وروح کی اصلی الفت پیدا ہوتی ہے۔

اسلام میں نکاح کے ذریعے جنسی ضرورت کو پورا کرنے کا فطری طریقہ موجود ہے کیونکہ یہ ایک دوسرے کا لباس ہے انسان اپنی جنسی ضروریات کو اپنی بیوی سے پوری کرتا ہے جو کہ اسکے لیے حلال اور جائز ہے اور اگر اس سے ہٹ کر کوئی راستہ اختیار کرتا ہے تو وہ سراسر خرابی اور باعث رسوائی ہے دنیا و آخرت میں اسکی سخت سزا تجویز کی گئی ہے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **"خلق لكم من جنسكم أزواجا تستأنسوا بها، لأن الجنس يأنس إلى جنسه ويستوحش من غير جنسه وبسبب هذه الأنسه يقع بين الرجال والنساء ما هو سبب للنسل الذى هو المقصود بالزواج"**۔[8] اس تعلق کی بنا پر شوہر و بیوی ایک دوسرے سے سکون حاصل کرتے اس اور ایک دوسرے کے دکھ درد کا سہارا بنتے ہیں عائلی زندگی نہ صرف بقا کی ضامن ہے بلکہ سماجی و معاشرتی فلاح کا ذریعہ ہے۔ بیوی بچوں پر خرچ کرنا انکے نان ونفقہ کا خیال رکھنا اور اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بہتر سے بہتر آسائشیں مہیا کرنا شوہر کے لیے باعث ثواب ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ **إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فَمِ امْرَأَتِكَ**"[9] جو چیز بھی تو اللہ کی رضا کے حصول کی نیت سے صرف کرے گا اس کا تجھے اجر ملے گا حتی کہ وہ لقمہ وغیرہ جو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالا اس کا بھی اجر ملے گا۔ ایک اور موقع پر فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے: جو تو نے خود کھا لیا وہ صدقہ شمار ہو گا[10]۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پسندیدہ اشیا میں شامل کر کے عزت و تکریم کی اعلیٰ بلندی عطا کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **حبب إلى من الدنيا النسآء والطيب وجعلت قرة عيني في الصلوة**[11] "دنیا کی چیزوں میں مجھے عورت اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے"۔

قرآن وسنت میں نکاح کرنے کی تاکید

نکاح کرنا تمام نبیوں کی سنت ہے مرد کو عورت کا نگہبان مقرر کیا گیا اور قرآن و سنت میں نکاح کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ نکاح ہر نبی اور رسول نے کیا اور ان کی اولاد بھی ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾**[12] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہم نے بہت سے رسولوں کو بھیجا اور ان کو ہم نے بیویاں عنایت فرمائیں اور اولاد بھی دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"**[13] نکاح میری سنت ہے، جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ اللہ رب العزت نے مرد کو طاقت ور بنا کر عورت کی تحفظ یعنی گھر داری اور نان ونفقہ کی فراہمی کا اہم فریضہ سونپا گیا ہے اور عورت کے ساتھ بھلائی کا معاملہ برتنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں

وارد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾[14] مومنو! تم کو جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔ اور (دیکھنا) اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو انہیں (گھروں میں) میں مت روک رکھنا ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی مرتکب ہوں (تو روکنا مناسب نہیں) اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔ اسلام عورتوں کے حسن سلوک کا درس دیتا ہے اور مرد کو شفیق بن کر ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ ایک اور جگہ نبی ﷺ نے اعلان نکاح کی تاکید یوں فرمائی: **"أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ."** "[15]"اس نکاح کا اعلان کرو اور اسے مساجد میں منعقد کرو اور اس پر دف بجاؤ"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: **"عَنْ عَائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالْغِرْبَالِ."**"[16]"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس نکاح کا اعلان کرو اور اس پر دف بجاؤ"۔

مسلم عائلی زندگی کی شرائط وضوابط وخصوصیات

۱۔ عائلی زندگی نکاح کے ذریعے وقوع پذیر ہوتی ہے۔

۲۔ نکاح کی مختلف حیثیت بنتی ہیں۔ واجب، مستحب، مباح، مکروہ، خطبہ علی الخطبہ کن کن صورتوں میں جائز ہے خِطبہ سے پہلے دیکھنا اور دیکھنے کی حیثیت۔۔۔

۳۔ ایجاب وقبول کے ذریعے رشتہ ازواج منسلک ہو جاتا ہے۔

۴۔ ارکان نکاح کی شرائط وضوابط اور اگر ان میں کوئی ایک ساتھ ہو جائے تو اسکی شرعی حیثیت

۵۔ قرآن وسنت نے کن کن سے نکاح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا ہے؟

۶۔ باکرہ ہونے کی صورت میں ولایت کا اختیار اور اس کا شرعی حکم۔

۷۔ اسلام میں کفو کا اعتبار کیسے ہے؟

۸۔ نکاح کے منعقد ہونے اور جنسی تعلق قائم کرنے کے لیے مہر لازم ہے اسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

الف۔ مہر معجل

ب۔ مہر مؤجل

۹۔ عورت کے حقوق جو کہ مرد پر نکاح کے بعد لازم آتے ہیں اسکو ملحوظ خاطر رکھنا جیسا کہ نان ونفقہ، اور اسکی رہائش وغیرہ۔

۱۰۔ نباہ نہ ہو سکنے کی صورت میں اسلام نے طلاق کے ذریعے علیحدگی کا راستہ اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ اللہ رب العزت کے ہاں حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق کو کہا گیا ہے۔

طلاق کی مختلف حالتیں ہیں

۱۔ طلاق سنت

۲۔ طلاق بدعت، اسکی مزید کچھ صورتیں یوں ہے۔

طلاق رجعی

طلاق بائن

طلاق مغلظہ

۳۔ شریعت عورت کو علیحدگی کا حق تفویض کرتی اگر اسکا شوہر اسکے ازدواجی حقوق کو بجا طور پر ادا نہ کرتا ہو جسے شریعت خلع کہتی ہے مگر اس کی بھی شرائط وضوابط موجود ہیں۔

۱۱۔ مطلقہ۔ بیوہ، خلع یافتہ اور جس کا شوہر مفقود الخبر ہونے کی صورت میں عدت کے ایام بھی شریعت مطہرہ میں متعین ہیں۔

۱۲۔ وراثت، ہبہ، وصیت اور اسی میں عورت کے حصہ کی تفاصیل درج ہے۔

قرآن نے اسی بات کو﴿وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَاء﴾[17] سے تعبیر کیا ہے۔ مرد و عورت اپنے اپنے دائرے میں حقوق و فرائض کی پاسداری بھی کر سکیں تاکہ اس طرح گلے شکوے سے دور ایک پر سکون ماحول میسر آسکے۔ انہی ضابطوں کو عائلی قوانین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عائلی قوانین کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن کریم نے عائلی مسائل کے بارے میں بڑی وسیع اور واضح ہدایات دی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾[18] اور آپ ﷺ سے پہلے ہم نے بہت سے رسولوں کو بھیجا اور ان کو ہم نے بیویاں عنایت فرمائیں اور اولاد بھی دی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: " **إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّين فَلْيَتَّقِ اللَّهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي**"[19] جب بندہ نکاح کر لیتا ہے تو آدھے دین کو پورا کر لیتا ہے۔ اب وہ باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ نکاح کرنے سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" **لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ.**"[20] "نکاح کے مثل محبت، دو محبت کرنے والوں میں اور کسی چیز میں نہیں دیکھو گے"۔ متذکرہ بالا احادیث مبارکہ سے عیاں ہے کہ نکاح انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور بقائے دین و نسل کے لیے ضروری ہے۔ نکاح کرنے سے ایک ایسا پاکیزہ عائلی نظام تشکیل پاتا ہے جس سے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا سہل ہو جاتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے نکاح کرنے کا حکم دیا:" **يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ**"[21] اے نوجوانو! جو تم میں سے نان و نفقہ اور نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھتا ہے اور بدکاری سے محفوظ رکھتا ہے اور جسے اس کی طاقت نہ ہو تو اسے روزہ رکھنا چاہیے اس لیے کہ اس سے اس کی نفسانی خواہش دب جائے گی۔ مزید رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"**النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي**"[22] نکاح میری سنت ہے، جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ اعلان نکاح کی بھی چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: " **عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالْغِرْبَالِ.**""[23] "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس نکاح کا اعلان کرو اور اس پر دف بجاؤ"۔

ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے فرمایا: **فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَرَام وَالْحَلَال الدُّفُّ وَالصَّوْتُ.** [24]"نکاح میں حلال و حرام میں فرق دف بجانا اور آواز کرنا ہے"۔ فتویٰ کی تبدیلی بر مصلحت عامہ ہوتی ہے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلام الموقعین میں بیان کیا ہے: **تغير الفتوى واختلافها بحسب تغير الازمنة والامكنة والأحوال والنيات**[25]یعنی فتوی میں تغیر و تبدل زمان و مکان، حالات و نیات کے بدلنے کے حساب سے ہوتا ہے۔ یعنی حالات و نیات اور زمان و مکان کی مغایرت اس مصلحت کا تقاضا کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

مجوزین کا موقف

ڈاکٹر تنزیل الرحمن "فتح القدیر" کے حوالہ سے کتابت نکاح کے مجوزین کا موقف ذکر کرتے ہیں:

> "Muslim jurists are, however, of the view that the writing of marriage (Kitabat) is desirable [See IbnHumam'sFath al-Qadir, Katah al Nihah (Tasjil al Nikhah)[26]

پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جس کی نظریاتی بنیاد ہی اسلام پر ہے قیام پاکستان کے چند سالوں بعد ہی حکومت نے ایک عائلی کمیشن قائم کیا جو بعض ماہرین قانون، اسلامی مفکرین اور ممتاز سماجی کارکنوں پر مشتمل تھا۔

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعات کا ملخص

مسلم عائلی قوانین کا آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعات کا خلاصہ یہ ہے:

1) نام
2) اصطلاحات
3) دوسرے قوانین پر فوقیت
4) پوتے کی میراث
5) نکاح کی رجسٹریشن
6) تعدد ازدواج
7) طلاق
8) طلاق کے علاوہ علیحدگی کے طریقے
9) نان و نفقہ
10) حق مہر
11) قواعد بنانے کا اختیار
12) زمانۂ طفلی کی شادیوں کے قانون میں ترمیم
13) مسلم شادیوں کی تنسیخ کے قانون میں ترمیم

عائلی قوانین اور مصالح۔۔۔

یہاں یہ بتادینا ضروری ہے کہ مسلم فیملی لاز آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی کچھ دفعات مصالح کے تحت آئیں گی جن میں فائدہ عامہ مضمر ہے جن کو ہم یہاں ذکر کریں گے۔

دفعہ ۵ برائے اندراج نکاح

اصل عبارت یوں ہے:

1) Every marriage solemnized under Muslim Law shall be registered in accordance with the provisions of this ordinance.
2) For the purpose of registration of marriage under this Ordinance, the Union Council shall grant licenses to one or more persons, to be called Nikah Registrars, but in no case shall more than one Nikah Registrar be licensed for any one Ward.
3) Every marriage not solemnized by the Nikah Registrar shall, for the purpose of registration under this Ordinance be reported to him by the person who has solemnized such marriage.
4) Whoever contravenes the provisions of sub-section (3) shall be punishable with simple imprisonment for a term which may be extent to three months, or with fine which may extend to one thousand rupees, or with both.
5) The form of nikahnama, the registers to be maintained by Nikah Registrars, the records to be preserved by Union Councils, the manner in which marriage shall be registered and copies of Nikahnama shall be supplied to parties and the fees to be charged therefore, shall be such as may be prescribed.
6) Any person may, on payment of the prescribed fee, if any inspect at the office of the Union Council the record preserved under sub-section (5) or obtain a copy of any entry therein.[27]

تعدد ازدواج

تعدد ازدواج ازروئے قرآن

سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا گیا: ﴿ فَلَا تَمِيلُواْ كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ﴾[28] "کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو گویا معلق چھوڑ دو"۔

تعدد ازدواج ازروئے حدیث

اسی بات کو حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ."[29] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف جھک جائے یعنی (دونوں میں عدل سے کام نہ لے) وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا (یعنی فالج زدہ) ہو گا۔ تعدد ازواج کے سلسلہ میں قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّاتَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً﴾[30] "اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتامیٰ کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو (دوسری) عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو، دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے، پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی (پر اکتفا کرو)"۔ مرد اگر ایک سے زائد بیویاں رکھتا ہے تو اسے اس اصول کی پابندی کرنی ہو گی کہ تمام بیویوں سے امکان کی حد تک ہر معاملے میں عدل کرے، کسی ایک کا ہو کر نہ رہے۔ ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے لیکن چار بیویوں کی اجازت عدل کے ساتھ شرط ہے۔ عدل کرنا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو پھر صرف ایک بیوی رکھنے کا حکم ہے۔ بیوہ عورت سے نکاح کے بعد کنواری عورت سے دوسرا نکاح کیا ہو تو اس کے ساتھ مسلسل سات دن رات رہنے کی اجازت ہے اس کے بعد دونوں کی مساوی باری مقرر کرنی ہو گی۔ بیوہ عورت سے دوسرا نکاح کیا ہو تو اس کے پاس تین دن رات رہنے کی اجازت ہے اس کے بعد دونوں کی مساوی باری ہو گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "عَنْ أَنَسٍ، قَالَ:" مِنَ السُّنَّةِ: إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا، وَقَسَمَ وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَسَمَ"[31] "حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ جب آدمی بیوہ سے نکاح کرنے کے بعد (اس کی موجودی میں) کنواری سے نکاح کرے تو کنواری کے پاس مسلسل سات دن رات رہے اور پھر باری مقرر کرے اور جب کنواری کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح بیوہ سے کرے تو اس کے پاس مسلسل تین دن رات قیام کرے اور پھر باری مقرر کرے"۔ ہاں اگر ایک بیوی باہمی افہام و تفہیم کی خاطر از خود اپنا کوئی حق شوہر کو معاف کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: "عَنْ عَائِشَةَ، "أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ بِيَوْمِهَا وَيَوْمِ سَوْدَةَ."[32] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا دونوں کی باری کا دن قیام فرماتے۔

کسی ایک بیوی کے ناروا سلوک اور مصالحت و عفو و درگزر کا پہلو

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ وَإِن تُحْسِنُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾[33] "اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر میاں اور بیوی (کچھ حقوق کی کمی اور بیشی پر) آپس میں صلح کر لیں، صلح بہر حال (علیحدگی سے) بہتر ہے۔ نفس تنگ دلی کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور خدا ترسی سے کام لو، تو یقین رکھو اللہ تمہارے اس (نیک) طرز عمل سے بے خبر نہ ہو گا"۔

نان ونفقہ

پاکستان میں مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 ءاور ویسٹ پاکستان فیملی کورٹس ایکٹ 1964ء، بیوی کے نان و نفقہ سے متعلق مسائل کو بیان کرتے ہیں۔ تاہم، یہ قوانین زیر بحث موضوع کے حوالے سے بہت محدود ہیں۔ بیوی کے نان و نفقہ سے متعلق مقدمات کے فیصلے قانونی نظیروں کی روشنی میں بھی کیے جاتے ہیں۔ جسٹس منصور علی شاہ، جو چیف جسٹس عمر عطا بندیال کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ کے رکن تھے، 9 مارچ 2020ء کو پشاور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف حسین اللہ کی جانب سے دائر اپیل کی سماعت کرتے ہوئے اپنے فیصلے میں واضح طور پر لکھا ہے کہ عورت کا شوہر کے ذریعہ نان و نفقہ کا حق عین اسلامی اور واجب ہے اور اس حق کا تعین شوہر کے ذرائع آمدن اور مالی حیثیت، بیوی کی ضروریات اور فریقین کی سماجی حیثیت کے تحت ہو گا اور تب تک جاری رہتا ہے جب تک شادی برقرار رہتی ہے اور بیوی وفادار سے اپنی ازدواجی ذمہ داریاں پوری کرتی ہے۔ سی ایل سی (2000 صفحہ 725) میں درج مقدمے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام میں نان و نفقہ کی تعریف 'نظم و نظیر' کے طور پر کی جاتی ہے، اس کا مطلب ہے کھانے، کپڑے، رہائش اور دیگر ضروریات میں مدد کی صورت میں سہولت فراہم کرنا، جیسا کہ قرآن میں اشارہ ہوا ہے کہ۔ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ[34] مرد عورتوں کے حاکم اور نگراں ہیں ان فضیلتوں کی بناء پر جو خدا نے بعض کو بعض پر دی ہیں اور اس بناء پر کہ انہوں نے عورتوں پر اپنا مال خرچ کیا ہے۔ قانون کی زبان میں نان و نفقہ ان تمام چیزوں کی نشاندہی کرتا ہے جو بیوی کی زندگی کی کفالت کے لیے ضروری ہیں، جیسے کہ اخراجات، صحت بخش خوراک۔ قابل قبول لباس، قابل رہائش گھر، تحفظ و حفاظت، طبی اخراجات اور زندگی کی دیگر تمام بنیادی سہولیات "جو کہ بیوی کے اپنے ذرائع آمدن سے قطع نظر شوہر کی طرف سے فراہم کی جائیں گی۔ اگر شوہر کی زیادہ بیویاں ہوں تو سب کا نان و نفقہ مساوی طور پر شوہر پر واجب ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا" بیویوں کا تم پر حق ہے کہ اوڑھنے پہننے اور کھانے پینے میں ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔"

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں: "بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دے جس کو وہ اپنی مرضی کے مطابق خرچ کر سکے۔ اس کی مقدار بیوی اور اپنی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے۔[35] اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ: صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے، اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے (بطور نفقہ) خرچ کرے، (الطلاق: 7)۔ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کفالت کا خرچ شوہر کی حیثیت کے مطابق اس پر واجب ہے۔ اس حق سے متعلق اسلام میں ایک اہم نقطہ یہ بھی ہے کہ صاحب حیثیت شوہر پر واجب ہے کہ وہ رواج اور دستور کے مطابق بیوی اور بچوں کا خرچ دے۔ "سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ الوداع میں فرمایا: "تم پر ان (عورتوں) کا حق یہ ہے کہ تم انہیں مناسب طریقے سے کھانا اور لباس مہیا کرو۔" اور اگر شوہر اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتا یا کنجوس ہے تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ شوہر کے پیسوں میں سے اپنی ضرورت کے مطابق رقم نکال لے۔ **عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ هِنْدًا أُمَّ مُعَاوِيَةَ، جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ:" إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ، رَجُلٌ شَحِيحٌ، وَإِنَّهُ لَا يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَبَنِيَّ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ شَيْئًا؟، قَالَ: خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَبَنِيكِ بِالْمَعْرُوفِ**[36]۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ (شوہر) کنجوس آدمی ہیں، وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو، سو اس

کے کہ میں ان کی لاعلمی میں ان کے پیسے نکال لوں؟، آپ ﷺ نے فرمایا: تم دستور کے مطابق اتنے پیسے لے جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے کافی ہیں"۔ بیوی کے نان ونفقہ کی مقدار کے بارے میں، پاکستانی قانون میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ عدالت شوہر کی مالی حالت، بیوی کی ضروریات اور کیس سے متعلقہ دیگر حالات کی بنیاد پر مقدار کا فیصلہ کرے گی۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ویسٹ پاکستان فیملی کورٹس ایکٹ 1964ء کا سیکشن (4)(اے)17 فراہم کرتا ہے کہ نان ونفقہ کی مقدار طے کرنے کے مقاصد کے لیے عدالت کسی بھی ادارے، باڈی، (بینک) یا اتھارٹی سے متعلقہ دستاویزی ثبوت کے طور پر طلب کر سکتی ہے تاکہ مدعاعلیہ (خاوند) کی جائیداد اور وسائل کا تعین کیا جاسکے۔

طلاق

وہ طلاق جس میں خاوند کو (عدت کے اندر) رجوع کا حق حاصل ہے، وہ دو مرتبہ ہے۔ پہلی مرتبہ طلاق کے بعد بھی اور دوسری مرتبہ طلاق کے بعد بھی رجوع ہو سکتا ہے۔ تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کی اجازت نہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ حق طلاق ورجوع غیر محدود تھا جس سے عورتوں پر بڑا ظلم ہوتا تھا۔ آدمی بار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہتا تھا۔ اس طرح سے اسے نہ بساتا تھا، نہ آزاد کرتا تھا۔ اللہ نے اس ظلم کا راستہ بند کر دیا۔ اور پہلی یا دوسری مرتبہ سوچنے اور غور کرنے کی سہولت سے محروم بھی نہیں کیا۔ ورنہ اگر پہلی مرتبہ کی طلاق میں ہی ہمیشہ کے لیے جدائی کا حکم دے دیا جاتا تو اس سے پیدا ہونے والی معاشرتی مسائل کی پیچیدگیوں کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے طلقتان (دو طلاقیں) نہیں فرمایا، بلکہ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ طلاق دو مرتبہ فرمایا، جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ بیک وقت دو یا تین طلاقیں دینا اور اُنہیں بیک وقت نافذ کر دینا حکمتِ الٰہیہ کے خلاف ہے۔ حکمتِ الٰہیہ اس بات کی مقتضی ہے کہ ایک مرتبہ طلاق کے بعد (چاہے وہ ایک ہو یا کئی ایک) اور اس طرح دوسری مرتبہ طلاق کے بعد (چاہے وہ ایک ہو یا کئی ایک) مرد کو سوچنے سمجھنے اور جلد بازی یا غصے میں کئے گئے کام کے ازالے کا موقع دیا جائے۔ یہ حکمت ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی قرار دینے میں ہی باقی رہتی ہے جیسا کہ اہل حدیث کا مذہب ہے، نہ کہ تینوں کو بیک وقت نافذ کر کے سوچنے اور غلطی کا ازالہ کرنے کی سہولت سے محروم کر دینے کی صورت میں جیسا کہ بعض لوگوں کا اصرار ہے۔

طلاق دینے کا صحیح طریقہ اور غلط طریقے سے پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کا حل

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں طلاق دینے کا وہ صحیح طریقہ بھی بیان کر دیا جائے جو شریعت میں پسندیدہ ہے اور غلط طریقے سے یعنی ایک ہی مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دینے سے جو معاشرتی مسائل اور پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کا صحیح حل بھی عرض گزار کر دیا جائے، تاکہ عوام مشکلات سے بچ جائیں۔ طلاق دینے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ حالتِ طہر میں بیوی سے صحبت کیے بغیر صرف ایک طلاق دی جائے، اور وہ بھی صرف اس صورت میں کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ اس کے بعد اگر رجوع اور صلح کی صورت بن جائے تو محدثین اور فقہاے اربعہ سب کے نزدیک تین حیض یا تین مہینے کے اندر رجوع اور عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے اور اگر طلاق دینے کے بعد رجوع نہ ہو اور عدت (تین حیض) گزر جائے تو ان کے مابین تعلق زوجیت ختم ہو جائے گا۔ مطلقہ بیوی اس کے بعد آزاد ہے جہاں چاہے نکاح کرے، حتیٰ کہ پہلے خاوند سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔ اس طریقے میں دوسری اور تیسری طلاق دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ اور موٹی سی بات ہے کہ جب ایک مرتبہ ہی طلاق دینے سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو بیک وقت تین طلاقیں کیوں دی جائیں؟ لیکن ہمارے ملک میں جہالت عام ہے، حتیٰ کہ

وکلا اور عرضی نویس حضرات بھی بے علم ہیں اور جس طرح جاہل لوگ بے سوچے سمجھے ایک ہی سانس میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں، اگر کوئی وکیل یا وثیقہ نویس سے طلاق لکھواتا ہے تو وہ بھی تین طلاقیں لکھ کر اسے دے دیتے ہیں۔ حالانکہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ تین طلاقیں دینے پر شدید غصے کا اظہار فرمایا ہے اور اسے اللہ کی کتاب کے ساتھ استہزا اور مذاق قرار دیا ہے۔ (اس کی سند میں اگرچہ ضعف ہے لیکن دیگر احادیث اس مفہوم کی مؤید ہیں) اور اسی غلط طریقے کی وجہ سے پھر اختلاف بھی واقع ہوتا ہے۔ کچھ علماء کہتے ہیں کہ اس طرح تینوں طلاقیں واقع ہو گئی ہیں اور اب حلالہ کے سوا کوئی چارہ نہیں، اس کے بغیر دونوں کا دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ حلالہ کا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے، یہ ایک لعنتی فعل ہے جسے کوئی غیرت مند مرد اور عورت برداشت نہیں کر سکتی اور نبی ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے **لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ**[37] اور حلالہ کرنے والے کو التَّیْس الْمُسْتَعَارِ[38] کرائے کا سانڈ' کہا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے علماء کا موقف یہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق رجعی شمار ہوں گی، یعنی اس کے بعد خاوند اگر رجوع کرنا چاہے تو وہ تین مہینے کی عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے، اس کے لیے اسے نکاح کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر عدت گزرنے کے بعد صلح کرنا چاہیں گے تو پھر نکاح ضروری ہے اور حلالے کے بغیر ان کا باہم نکاح کرنا جائز ہو گا۔ پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ طلاق میں یہی حکم ہو گا۔ البتہ تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد نہ رجوع ہو سکتا ہے اور نہ نکاح۔ ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ "جب تک کہ وہ کسی اور جگہ نکاح نہ کرے۔" اس موقف کے دلائل حسب ذیل ہیں: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾[39] "طلاق دو مرتبہ ہے، پس (اس کے بعد) بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا۔" مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو طلاق دینے کے بعد بیوی سے رجوع کر کے اپنے پاس روک لینے یا طلاق کو مؤثر کر کے احسان کے ساتھ اسے اپنے سے جدا کر دینے کا دو مرتبہ حق حاصل ہے۔ یعنی پہلی اور دوسری طلاق، طلاق رجعی ہے جس میں خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق شرعی طور پر حاصل ہے۔ البتہ تیسری طلاق کے بعد یہ حق نہیں۔ تیسری طلاق کے بعد بیوی ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاتی ہے، اس سے رجوع ہو سکتا ہے نہ نکاح۔ یہاں تک کہ وہ کسی اور شخص سے آباد ہونے کی نیت سے باقاعدہ نکاح کرے۔ پھر وہ اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے یا فوت ہو جائے، تو پہلے خاوند سے اس کا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم کے اس اندازِ بیان سے صاف واضح ہے کہ ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دینا یا ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین شمار کر کے بیوی کو ہمیشہ کے لیے جدا کر دینا، قرآن کے مذکورہ حکم سے متصادم ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ پہلی اور دوسری طلاق کے بعد سوچنے اور نظر ثانی کا موقع اور گنجائش باقی ہے۔ لیکن لوگ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کر کے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے موقع اور گنجائش کو ختم کر دیتے ہیں جو کسی لحاظ سے بھی صحیح اور مستحسن نہیں، کیونکہ اس طرح وہ حکمت فوت ہو جاتی ہے جو پہلی اور دوسری طلاق کے بعد رجوع کرنے کی گنجائش میں مضمر ہے۔ اس لیے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق رجعی شمار کرنا، جس کے بعد عدت کے اندر خاوند کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہو، قرآن کریم کی رو سے زیادہ صحیح ہے اور ذیل کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: **عَن ابْن عَبَّاس، قَالَ: "كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَة**"[40] "عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہدِ رسالت مآب اور عہد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق

شمار ہوتی تھیں۔ علاوہ ازیں مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی سے پوچھا گیا کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ لیکن زید کو اپنی بیوی سے نہایت اُلفت ہے اور مفارقت ناقابل برداشت، تو بدرجۂ مجبوری مذہبِ شافعی کی تقلید کرتے ہوئے نکاح جائز ہو گا یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا عبدالحی مرحوم نے فرمایا "ضرورتِ شدیدہ کے وقت مذہبِ شافعی کی تقلید کرنا جائز ہے۔[41] مطلب مولانا عبدالحی مرحوم کا یہ ہے کہ اگر مفاسد کا اندیشہ ہو تو دوسرے مذہب کے فتوے کے مطابق رجوع یا نکاح کر کے اپنا گھر آباد کر لیا جائے۔

طلاق اور اس کا طریقہ

1- مرد اور عورت کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہو جانے کے بعد اکثر مذاہب میں علیحدگی اور طلاق کا کوئی تصور نہیں ہے، حالانکہ بعض دفعہ جب دونوں کے مزاجوں میں موافقت اور ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکے تو طلاق اور علیحدگی ہی میں دونوں کی بھلائی ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے تاہم مرد کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے اس حق طلاق کو آخری چارۂ کار کے طور پر ہی استعمال کرے۔ اس سے پہلے اصلاح کی جو چار تدابیر اللہ نے سورۃ النساء میں بیان فرمائی ہیں ان کو بروئے کار لایا جائے۔ پھر بھی بات نہ بنے تو پھر طلاق کا فیصلہ کیا جائے۔

2- یہ فیصلہ کر لینے کے بعد یوں ہی طلاق نہ دی جائے بلکہ اس کے لیے یہ طریق کار بتلایا گیا ہے کہ ایامِ حیض میں طلاق نہ دی جائے۔ نبی ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر برہمی کا اظہار فرمایا تھا جب اُنہوں نے ایام حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ بلکہ اس وقت طلاق دی جائے جب بیوی کے ایامِ حیض ختم ہو جائیں اور وہ پاک ہو جائے۔ اس حالت کو طہر کہا جاتا ہے تو حکم یہ ہے کہ حالتِ طہر میں طلاق دی جائے اس سے صحبت کیے بغیر۔

3- جب طلاق دی جائے تو ایک ہی طلاق دی جائے، یعنی طلاق کا لفظ صرف ایک مرتبہ ہی استعمال کیا جائے: میں تجھے طلاق دیتا ہوں، یا تجھے طلاق ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر طلاق دینے کے بعد صلح کی صورت بن جائے تو نہایت آسانی سے صلح کا مرحلہ طے ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک طلاق کی صورت میں تمام مکاتبِ فکر کے نزدیک عدت (تین حیض یا تین مہینے) کے اندر بغیر نکاح کے رجوع اور صلح کر لینا جائز ہے اور رجوع کے لیے زبان ہی سے رجوع کا اظہار کر دینا کافی ہے۔ اس کے لیے کسی خاص عمل کا کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر عدت گزر جائے تو ان کے درمیان دوبارہ نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ رجوع کرنے کے بعد دوبارہ بھی ایک طلاق دینے کی صورت میں عدت کے اندر رجوع کرنے کی اور عدت گزر جانے پر نئے نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال کرنے کا موقع رہتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ نے ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ میں دو مرتبہ طلاق دے کر مرد کو رجوع کرنے کا حق دیا ہے۔

4- چوتھی ہدایت یہ ہے کہ پہلی طلاق یا دوسری طلاق میں بیوی سے علیحدگی تو ضروری ہے لیکن عدت کے اندر اس کو گھر ہی میں رہنے دیا جائے، یعنی خاوند کے گھر میں۔ جہاں سے اسے نہ نکالا جائے۔ اس کا فائدہ اللہ نے یہ بتلایا ہے کہ مطلقہ کے اسی گھر میں رہنے سے، خاوند کے اندر رجوع کرنے کی رغبت اور جذبہ پیدا ہو جائے۔

﴿لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾[42] "تم نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے۔"

اس لیے بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف ایک طلاق دینے کی تلقین اور بیک وقت تین طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اگر مرد ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دے (شریعت اسے جائز قرار دے کر نافذ بھی کر دے) تو پھر یہ کہنا بے فائدہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات (خاوند کے دل میں صلح کی رغبت) پیدا کر دے۔

طلاق کی قسمیں

طلاق رجعی: وہ طلاق ہے جس میں عدت کے اندر خاوند کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور یہ حق رجوع صرف پہلی اور دوسری طلاق میں ہے، تیسری طلاق کے بعد نہیں۔

طلاق بائن: یہ وہ طلاق ہے کہ خاوند نے ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا، رجوع نہیں کیا، حتیٰ کہ عدت گزر گئی۔ لیکن یہ بینونہ صغریٰ ہے۔ اس میں عدت گزر جانے کے بعد خاوند کے ساتھ دوبارہ نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال ہو سکتا ہے۔ (یہ پہلی اور دوسری طلاق کی حد تک ہے کیونکہ رجوع یا نکاح کے بعد بھی حق طلاق شمار میں آئے گا، یعنی ایک طلاق کے بعد رجوع یا نکاح ہوا ہے تو دو مرتبہ حق طلاق باقی رہے گا۔ دوسری طلاق کے بعد رجوع یا نکاح ہوا ہے تو ایک حق طلاق باقی رہ جائے گا۔)

طلاق بائنہ مغلظہ: اس سے مراد وہ طلاق ہے کہ خاوند دو مرتبہ طلاق دے کر عدت کے اندر رجوع کر چکا ہے، پھر اس نے کچھ عرصے کے بعد طلاق دے دی، یہ تیسری طلاق، طلاقِ بائنہ مغلظہ ہے، اسے طلاقِ بتّہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس طلاق کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے اور نہ اس سے نکاح۔

اب حلالہ شرعیہ کے بغیر زوج اوّل سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اور حلالہ مروّجہ ملعونہ کے ذریعے سے کیا گیا نکاح باطل ہے۔ اس نکاح باطل سے عورت زوج اول کے لیے حلال نہیں ہو گی۔

طلاق بالکنایہ: اس میں طلاق کا لفظ خاوند استعمال نہیں کرتا بلکہ ذو معنیٰ لفظ استعمال کرتا ہے، جیسے تو میری طرف سے آزاد ہے یا فارغ ہے وغیرہ، اس قسم کے الفاظ سے اگر طلاق کی نیت ہو گی تو طلاق ہو گی بصورت دیگر طلاق نہیں ہو گی۔

بہر حال طلاق کا صحیح مسنون طریقہ یہی ہے کہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے۔ اگر صلح کی صورت نہیں بنتی اور عدت گزر جاتی ہے تو اس کے بعد عورت آزاد ہے اور وہ اپنے ولی کی اجازت سے جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ اس طریقۂ کار کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ عدت کے اندر (پہلی اور دوسری طلاق میں) رجوع ہو سکتا ہے۔ اگر عدت گزرنے کے بعد صلح کی صورت بنے تو بذریعہ نکاح دوبارہ تعلق بحال ہو سکتا ہے۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

یہاں تک اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ کی وضاحت ہے۔ ﴿فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ﴾ (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد) پھر روک رکھنا ہے موافق دستور کے۔ یعنی رجوع کر کے اچھے طریقے سے اسے بسانا۔ یہ حکم پہلی یا دوسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد کے لیے ہے، اس کے بعد اس سے نہ رجوع ہو سکتا ہے اور نہ ہی دوبارہ نکاح۔ اس لیے اسے احسان، یعنی ہدیے کے ساتھ رخصت کر دو۔

خلاصۂ بحث

اللہ رب العزت نے جن چیزوں کو نفس سے خوگر اور الفت والی قرار دیا ہے ان میں سر فہرست عورت کی محبت و پیار ہے اور جب حلال و جائز محبت ہو گی تو یہ انسان کا روحانی ارتقاء کا باعث ہو کر بھلائی کی منازل طے کرے گی اور اگر ناجائز طور پر حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی تو سوائے تباہی و بربادی کے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ شوہر و بیوی ایک دوسرے سے بے پناہ پیار کرتے ہیں ان کے درمیان کا یہ پیار پوری کائنات میں کسی رشتے میں نہیں ہو سکتا شوہر بیوی کے تمام حقوق کا خیال رکھتا ہے اور

اسکی ضروریات کو پورا کرتا ہے لیکن یہ باہم سکون تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب انکے درمیان کا رشتہ یعنی رشتہ ازدواج قانون شریعت کے موافق ہو اسلام انہیں ایک جوڑے کی حیثیت قرار دیتا ہے اور جو شریعت کے مطابق ازدواجی زندگی نہ گزارے وہ زانی اور بدکار ہو کر باعث سزا ہونگے۔ عائلی زندگی محبت واخوت، ایثار و ہمدردی کا مجموعہ ہے انسان کی روحانی وجسمانی ضروریات کا اس طرح رکھا گیا ہے۔ اسلام عورت کو بہت بلند مرتبے پر فائز کرتا ہے اور یہی عورت جب ماں بن جاتی ہے تو اللہ رب العزت نے اسکے مقام کو مزید ارفع کرتے ہوئے جنت کو اس کے پاؤں کے نیچے رکھ دیا ماں کی عظمت کو اجاگر کیا ہے۔ بعض اسلامی ملکوں نے عائلی قوانین کی اہمیت کے پیش نظر نہ صرف ان کی تشکیل کی بلکہ انہیں نافذ بھی کیا۔ یہاں بطور مثال اسلامی جمہوریہ پاکستان کو لیا گیا ہے۔ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی مذکورہ دفعات میں درج ذیل شقیں عصر حاضر میں فقہ اسلامی کے اصول مصلحت کی عکاسی کرتی ہیں اور جو جلب منفعت کا آئینہ دار ہیں:

1) جیسا کہ دوسرے نکاح کی صورت میں ثالثی کونسل سے باقاعدہ تحریری اجازت لینا۔
2) دوسرا نکاح کرنے کے لیے موجودہ بیوی یا بیویوں سے اجازت نامہ لے لینا۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ مرد اپنی بیویوں کے ساتھ عدل کریائے گا یا نہیں کریائے گا اس کا فیصلہ اس کی دیانت پر چھوڑا جائے کیونکہ قرآن پاک کی رو سے: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾[43] تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾[44] اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور اس بات کو جواز بنانا کہ وہ دیانت کے پہلو کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھے گا اور اس بات کو ممکنات میں شمار کرتے ہوئے کہ وہ عدل نہیں کریائے گا دیگر نکاح سے روکنا شریعت کے خلاف ہو گا۔ شریعت تو ہر ایک کا فائدہ چاہتی ہے اور اس کے ہر پہلو میں دفع مضرّت مضمر ہے۔ اسلامی قانون بھی بیوی کے نان ونفقہ کی مقدار کے بارے میں تفصیلی قواعد فراہم کرتا ہے۔ شافعی مکتب فکر کے مطابق بیوی کے نان ونفقہ کا پیمانہ صرف شوہر کے وسائل کے مطابق ہو گا۔ شیعہ مکاتب فکر کا کہنا ہے کہ اس طرح کا پیمانہ شادی سے پہلے بیوی کے معیار زندگی اور بیوی کی ضروریات کو بھی مد نظر رکھ کر طے کیا جانا چاہیے۔ حنفیہ، مالکی، اور حنبلی مکاتب فکر شوہر کے ذرائع آمدن کی اوسط اور شادی سے پہلے بیوی کے والد کی طرف سے فراہم کردہ معیار زندگی کا مطالبہ کرتے ہوئے زیادہ مفید موقف اختیار کرتے ہیں۔ اس طرح مسلمانوں کی مختلف مکاتب کے لیے نان ونفقہ کی مقدار کے تعین کی بنیادیں مختلف ہے لیکن حقیقی طور پر ان مقدمات سے وابستہ اسلامی ثبوتوں کے احکام بہت واضح، مضبوط اور انصاف پر مبنی ہیں اور انہی ثبوتوں کی روشنی میں مقدار کا تعین کرنا زیادہ آسان اور قابل اعتماد ہیں۔

[1] الحجرات:13:49۔
[2] النساء،4:1۔
[3] آل عمران،3:14۔
[4] ارم،30:21۔
[5] البقرہ،35:2۔
[6] روم،30:20-21۔
[7] البقرۃ،178:2۔

[8] محمد بن علی الشوکانی، شیخ، فتح القدیر، (بیروت: دار الوفاء، 1418ھ)، 3:178۔
[9] ۔۔ محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ البخاری، صحیح بخاری، (دار تقویۃ النجاح، 1422ھ)، کتاب الایمان، باب ماجع عن العمل بن نیات والحسابۃ:56۔
[10] امام احمد بن حنبل، المسند، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1413ھ)، 4:131۔
[11] فتاویٰ نور الا الدرب للعثمان۔
[12] الرعد، 13:38۔
[13] ابو عبد اللہ بن یزید القزوینی ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ (بیروت: دار الفکر، 1415ھ)، عواب النکاح، باب ماجع فی فضل النکاح:1846۔
[14] النساء، 19:4۔
[15] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن ترمذی، (بیروت: دار الفکر، 1414ھ)، ابواب النکاح، باب ماجعۃ فی اعلان النکاح:1089۔
[16] ابن ماجہ، کتاب ابواب النکاح، باب اعلان النکاح:1895۔
[17] النساء، 4:1۔
[18] الرعد، 13:38۔
[19] ابو بکر احمد بن حسین البیحقی، شعب الایمان، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1401ھ)، باب الفصل فی الترغیب فی النکاح:5486۔
[20] ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب ماجعۃ فی فضل النکاح:1847۔
[21] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب من لام یستطی البواعۃ فال یسوم:5066۔
[22] ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب ماجعۃ فی فضل النکاح:1846۔
[23] ابن ماجہ، کتاب ابواب النکاح، باب اعلان النکاح:1895۔
[24] الترمذی، سنن الترمذی، ابواب النکاح، ماجعۃ فی اعلان النکاح:1088۔
[25] ابو عبد اللہ ابن قیم الجوزی، اعلام الموقعین، (لاہور: غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، ص-ن)، 3:11۔
[26] ڈاکٹر جسٹس تنزیل الرحمان، مسلم فیملی لاز آرڈیننس، (کراچی: رائل بک کمپنی، 1997)، 103-104۔
[27] ڈاکٹر جسٹس تنزیل الرحمان، مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961,104۔
[28] النساء، 129:4۔
[29] سلیمان بن العاشث بن اسحاق بن بشیر بن شراح ابو داؤد، سنن ابی داؤد، (دار الرسالہ العالمیہ، 1430ھ، 2009عیسوی)، کتاب النکاح، باب فی القسم بیان النساء:2133.
[30] النساء، 4:3۔
[31] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب اذا تزواجۃ الثائب عالی البکر:5214۔
[32] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب المرعۃ تحیّث یومھا من زوجیھا...،:5212۔
[33] النساء، 4:3۔
[34] النساء، 34:4۔
[35] اصول التعلیم اشرفیہ، فتویٰ نمبر 1443111004۔
[36] ابو داؤد، السنن، باب فی الراجول یَخُذُ وُحَقَہُ مِن تحتیدِی:3532۔
[37] ابو عیسیٰ، جامع ترمذی:1120۔
[38] ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب: المحلل والمحلل لہو:1936۔
[39] البقرہ، 229:2
[40] المسلم، الصحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب الطلاق الصلوۃ:1472۔
[41] فتاوی مولانا عبد الحئ لکھنوی، 166۔
[42] الطلاق، 65:1۔
[43] النساء، 4:129۔
[44] الزلزال، 99:7۔